پاکستانی معاشرہ کو درپیش مسائل کا حل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں عائلی مسائل کا اختصاصی مطالعہ

Family Issues of Pakistani Society and its Solution in the light of Prophetic Teachings

FAKHAR ZAMAN
PhD Scholar, department of Islamic Studies
Government College University, Faisalabad

DR. HUMAYUN ABBAS
Professor, department of Islamic Studies
Government College University, Faisalabad
drhumayunabbas@gcuf.edu.pk

Abstract

This paper deals with the major family problems of Pakistani society. Their solution in the light of teachings of the Holy Prophet (PBUH) is also dicussed in detail. Man is communal and convivial in nature. He requires assistance of others in community in order to fulfill his lively needs. This is an intuitive truth that many usual and unusual problems generate when civilizations prosper. Analyses reveal that family problems like domestic violence, dowry, employment of women and increasing rates of divorce have increased the aggravation in family life. Although the causes of such problems may vary from family to family but these problems usually occur due to contumacy, bigotry, false ego and blind following of customs and traditions. According to the biography of the Holy Prophet (PBUH) these problems can be mitigated by elusion from profusion, mutual affection, sacrifice, patience and forgiving others in the society.

Keywords: domestic violence, dowry, employment of women, divorce, society.

انسان بنیادی طور پر مدنی الطبع واقع ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ اکیلے ضروریات زندگی کا سامان پورا نہیں کر سکتا اس سلسلے میں اسے دوسرے انسانوں کی مدد کی احتیاج ہوتی ہے۔ جب معاشرت پروان چڑھتی ہے تو یہ بدیہی امر ہے کہ بعض معمولی و غیر معمولی مسائل جنم لیتے ہیں۔ ان مسائل کے اسباب مختلف ہو سکتے ہیں۔ وطن عزیز پاکستان کی زمین اور یہاں کے باشندوں کے مزاجوں میں تنوع پایا جاتا ہے جو مختلف مسائل کو جنم دیتا ہے۔ اگر پاکستانی معاشرے کا بنظرِ عمیق تجزیہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ عائلی مسائل کے ساتھ ساتھ دیگر مسائل کی آماج گاہ ہے۔ پاکستانی معاشرہ کو درپیش عائلی مسائل اور ان کی وجوہ اور حل نبوی تعلیمات کی روشنی میں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) جہیز کا مسئلہ:

عصرِ حاضر میں وطن عزیز پاکستان میں بچوں کی شادی کے سلسلے میں جہاں متعدد فضول رسم و رواج نے والدین کو پریشان کر رکھا ہے وہاں جہیز کے مسئلہ نے بھی بڑی سنگین صورت حال اختیار کر لی ہے۔ اس مسئلہ نے جہاں دیگر معاشرتی، سماجی، معاشی اور اخلاقی بُرائیاں پیدا کی ہیں وہاں اس نے نکاح جیسے آسان کام کو انتہائی مشکل بنا دیا ہے۔ لاکھوں لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اپنے والدین کے گھروں میں بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں۔ اس سلسلے میں روزنامہ نوائے وقت کی ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

"پاکستان میں جہیز کی لعنت کے باعث ایک کروڑ ساٹھ لاکھ لڑکیاں شادی کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ ان لڑکیوں میں سے ۶۰ لاکھ ایسی ہیں جن کی شادی کی عمر گزر چکی ہے۔ اس بات کا انکشاف ایک سماجی تنظیم نے حکومت کو اپنی روانہ کردہ رپورٹ میں کیا ہے۔ اس ضمن میں سماجی تنظیموں نے اپنی رپورٹ میں مزید لکھا ہے کہ غربت کی بنیاد پر ہر چوتھے گھر میں پانچ لڑکیاں غیر شادی شدہ بیٹھی ہیں جبکہ ہر دسویں گھر میں لڑکیوں کی تعداد دس ہے۔"[1]

پاکستانی معاشرہ میں لڑکی کا رشتہ لینے سے قبل ہی لڑکی والوں کی حیثیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ وہاں سے کس قدر مال جہیز کی صورت میں ہاتھ آئے گا۔ یہ صورتِ حال اب تو اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ لڑکے والے خود اپنے منہ سے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں دوسرے لفظوں میں اپنے بیٹے کے دام لگواتے ہیں خواہ ان کا بیٹا نکما ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اب تو والدین کو لڑکی کی پیدائش کے ساتھ ہی جہیز کی فکر ستانے لگتی ہے اور وہ جہیز کی تیاریوں میں لگ جاتے ہیں۔ اکثر اوقات جہیز دینے کے لیے والدین بھاری قرض لیتے ہیں، جائیداد رہن رکھتے اور پھر عمر بھر قرض کی ادائیگی کے

چکروں میں پھنسے رہتے ہیں۔ جہیز نہ لانے یا کم لانے کی صورت میں بہو یا بیویوں کو زندہ جلانے کے واقعات آئے دن اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جہیز کی کمی بعض اوقات لڑکی کو طلاق دلوانے کا بھی سبب بن جاتی ہے۔[2]

جہیز عربی زبان کے لفظ "جہاز" کا امالہ ہے۔ اس کا اطلاق اس ساز و سامان پر ہوتا ہے جس کی (دورانِ سفر مسافر کو یا دلہن کو نیا گھر بسانے یا میت کو قبر تک پہنچانے کے لیے) ضرورت ہوتی ہے۔ المنجد میں ہے:

"الجھاز للبیت او للسائر او للعروس مایحتاج الیہ[3]"

اصطلاح میں وہ سامان جو لڑکی کو اس کے والدین شادی کے موقع پر دیتے ہیں اسے جہیز کہتے ہیں۔

i)) جہیز دینا خاوند کے ذمہ ہے:

شریعتِ اسلامیہ بیوی کی جملہ جائز ضروریات و اخراجات کو پورا کرنے کا شوہر کو ذمہ دار ٹھہراتی ہے۔ صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں:

"النفقۃ واجبۃ للزوجۃ علی زوجھا مسلمۃ کانت او کافرۃ اذا سلمت نفسھا الی منزلہ فعلیہ نفقتھا و کسوتھا و سکناھا والاصل فی ذالک قولہ تعالیٰ "لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ" (الطلاق:۷)[4]"

ترجمہ: "بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ اس کا ہر قسم کا خرچہ خاوند پر واجب ہے جب کہ وہ (بیوی) اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر دے اور اس کے گھر منتقل ہو جائے۔ اس خرچہ میں اس کی خوراک، لباس اور رہائش کے لیے مکان داخل ہے اور اس حکم کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔"

نکاح کے بعد بیوی کے لیے رہائش کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہی ہے لیکن بعد از طلاق بھی دورانِ عدت اسے رہائش فراہم کرنا شوہر پر لازم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ[5]"

ترجمہ: ”اور انہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود سکونت پذیر ہو اپنی حیثیت کے مطابق۔“

اس آیت مبارکہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جب بیوی کے رہنے کے لیے مکان کی ذمہ داری شوہر پر ہے تو پھر اس کے مکان میں رہنے کے دوران روزمرہ کی استعمال میں آنے والی اشیاء کا بندوبست کرنا شوہر پر ہی لازم ہے۔

اس بارے میں محمد ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں:

”رأی الحنفیۃ، وھو ان اعداد البیت علی الزوج لان النفقۃ بکل انواعھا من مطعم وملبس ومسکن علیہ واعداد لبیت من المسکن فکان یقتضی ھذا الاعداد علی الزوج اذ النفقۃ بکل انواعھا تجب علیہ والمھر لیس عوض الجھاز لانہ عطاو نحلۃ کما سماء القرآن فھو ملک خالص لھا وھو حقھا علی الزوج بمقتضی احکام الزواج ولیس ثمہ من مصادر الشریعۃ مایجعل المتاع حقا علی المرءۃ ولایثبت حق من حقوق الزواج من غیر دلیل[6]“

ترجمہ: ”حنفی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ گھر (اور گھریلو سامان) کی تیاری خاوند کے ذمہ ہے، کیونکہ ہر قسم کا نفقہ یعنی خرچہ مثلاً کھانا، لباس اور رہائش کی جگہ دینا اس پر واجب ہے اور گھریلو ساز وسامان (جسے عرفِ عام میں جہیز کا نام دیا جاتا ہے) رہائش کے مکان میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ پس اس اعتبار سے گھریلو ساز وسامان کی تیاری خاوند پر واجب ہوئی۔ حق مہر جہیز کا عوض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف عطیہ ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کا نام نحلہ (عطیہ) رکھا۔ وہ خالصتاً بیوی کی ملک ہے اور خاوند پر اس کا حق ہے۔ مصادرِ شریعت میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنیاد پر گھریلو ساز وسامان کی تیاری کو عورت کا حق قرار دیا جا سکے اور بغیر کسی دلیل کے کبھی کوئی حق ثابت نہیں ہوتا۔“

سید سابق جہیز کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

”واما المسؤل عن اعداد البیت شرعیاء و تجھیز کل مایحتاج لہ من الاثاث
والفرش والادوات فھو الزوج، والزوجۃ لاتسأل عن شئ من ذالک حتی
ولو کانت زیادۃ المھر من اجل الاثاث، لان المھر انما تستحقہ الزوجۃ فی
مقابل الاستمتاع بھا، لا من اجل اعداد الجھاز لبیت الزوجیۃ، فالمھر حق
خالص لھا لیس لا بیھا ولا لزوجھا ولا لاحد حق فیہ[7]“

ترجمہ: ”شرعی طور پر گھر کے لیے ہر اس چیز کا مہیا کرنا جس کی احتیاج
ہوتی ہے مثلاً سامان، بستر اور برتن وغیرہ کا مسؤل (ذمہ دار) خاوند
ہے۔ ان اشیائے ضرورت میں سے کسی بھی شے کے متعلق عورت سے
سوال نہیں کیا جائے گا۔ حتی کہ اگر مہر کی رقم سامانِ بیت کی نیت سے
زیادہ رکھی جائے تو بھی عورت پر سامان لازم نہیں کیونکہ مہر کی رقم اس
عورت سے فائدہ اٹھائے جانے کے مقابلے میں ہے نہ کہ سامانِ جہیز کی
تیاری کے لیے۔ مہر صرف اور صرف اسی کا حق ہے جس میں نہ اس
کے والد، نہ اس کے خاوند اور نہ ہی کسی اور شخص کا حق ہے۔“

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوا کہ سامانِ جہیز کی ادائی بیوی پر نہیں بلکہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

ii)) لڑکی سے جہیز کا مطالبہ جائز نہیں:

بیوی کی جائز ضروریات کو پورا کرنا شوہر پر لازم ہے اس لیے لڑکی یا لڑکی کے والدین سے جہیز کا مطالبہ کرنا یا انہیں جہیز دینے کے لیے مجبور کرنا شرعاً جائز نہیں۔ ابن حزم اندلسی اپنی کتاب المحلی میں لکھتے ہیں:

”ولا یجوز ان تجبر المرءۃ علی ان تتجھز الیہ بشئ اصلا لا من صداقھا الذی
اصدقھا ولا من غیرہ من سائر مالھا والصداق کلہ لھا تفعل فیہ کلہ ماشاءت

لا اذن للزوج فی ذلک ولا اعتراض وھو قول ابی حنیفۃ والشافعی وابی سلیمان وغیرھم[8]"

ترجمہ: "عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں کہ وہ خاوند کے پاس سامانِ جہیز لائے نہ ہی اس مہر کی رقم سے جو خاوند نے اسے دی ہے اور نہ ہی اس کے دوسرے اپنے مال سے۔ مہر سارے کا سارا اس کی ملکیت ہے اس میں وہ جو چاہے کرے۔ خاوند کو اس میں کسی قسم کا دخل دینے کا حق نہیں۔ یہ قول امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ابی سلیمان رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے۔"

کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ کی ایک عبارت بھی لائقِ مطالعہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"فاذا تزوجھا علی الف جنیہ مھرا وکانت العادۃ ان مثل ھذا المھر یقابل بجھاز کبیر یلیق بحالھما ولکنھا لم تفعل فانہ لا حق للزوج فی مطالبتھا بالجھاز۔۔۔ فانہ یجب علی الرجل ان یعد للمراۃ محلا یشتمل علی حاجیات المعیشۃ[9]"

ترجمہ: "اگر کوئی آدمی ایک ہزار مہر پر کسی عورت سے نکاح کرے اور عادت یہ ہو کہ اتنا مہر ایک بڑے جہیز کے مقابلے میں ہوتا ہو مگر وہ عورت ایسا نہ کرے (جہیز نہ لائے) تو خاوند کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ اس سے جہیز لانے کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ عورت کے لیے ایسی رہائش کی جگہ تیار کرے جو ضروریاتِ زندگی پر مشتمل ہو۔"

مذکورہ بالا عبارات میں فقہاء کی آراء سے صاف واضح ہوتا ہے کہ لڑکی یا اس کے والدین سے جہیز کا مطالبہ کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔

iii)عین شادی کے موقع پر جہیز خاوند کے لیے لازم نہیں:

عورت کے نان ونفقہ اور دیگر ضروریات کو پورا کرنا شوہر پر واجب ہے لیکن شادی کے عین موقع پر ان تمام چیزوں کا فراہم کرنا شوہر پر لازم نہیں ہے۔اس سلسلے میں آنحضور ﷺ کے عہدِ ہمایوں اور عہدِ صحابہ کا ایک ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت کا نکاح کیا، پھر اُسے تیار کر کے اس کے خاوند کی طرف بھیج دیا حالانکہ اس کے خاوند نے اسے کوئی چیز نہیں دی تھی۔[10]

عہدِ صحابہ کے واقعہ میں حضرت بلال حبشی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہما ایک عرب قبیلے کے پاس آئے اور انہیں پیغام نکاح دیا۔انہوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ ہم گمراہ تھے اللہ نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔ہم مملوک تھے۔اللہ نے ہمیں آزاد فرمایا اور ہم مفلوک الحال تھے اللہ نے ہمیں غنی بنایا۔اگر تم ہم سے اپنی لڑکیوں کی شادی کر دو تو الحمد للہ اور اگر نہ کرو تو سبحان اللہ۔ان لوگوں نے کہا تمہاری شادی کر دی جائے گی اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔[11] اس واقعہ میں بھی کہیں جہیز کا ذکر نہیں ہوا۔نہ تو مردوں نے ذکر کیا اور نہ ہی لڑکیوں کے اولیاء نے کیوں کہ جہیز یعنی اثاثہ بیت تو خاوند کی ذمہ داری ہے ہی پھر اس کے ذکر کرنے کا کیا موقع تھا۔

اسی طرح بعد کے ادوار مثلاً عہدِ تابعین و تبع تابعین اور سلف صالحین میں بھی کہیں اس بات کا تذکرہ نہیں ملتا کہ عین شادی کے موقع پر کسی نے جہیز دیا ہو یا پھر سامان جہیز دینے کا رواج رہا ہو۔

iv)مروجہ جہیز سنت نہیں:

پاکستانی معاشرہ میں رائج شدہ جہیز جو شادی کے موقع پر والدین اپنی گرہ سے سامان جہیز خرید کر اپنی لڑکی کے ساتھ بھیجتے ہیں یہ سنت نہیں ہے۔عصر حاضر میں عوام نے اس جہیز کو سنت سمجھ لیا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اس مغالطے کا سبب یہ روایت ہے جس کو محدثین نے اپنی کتب میں جگہ دی ہے:"جَهَّزَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ، وَقِرْبَةٍ، وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ"[12] "رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو تیار کیا۔ایک چادر، مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر (گھاس) بھری ہوئی تھی عطا کیا۔"

اس روایت میں لفظ "جَهَّزَ" کو جہیز دینا کے معنی میں استعمال کرنا لغوی اعتبار سے غلط ہے۔ جَهَّزَ کا مصدر تجہیز ہے اور تجہیز کے معنی مطلق تیاری کے ہوتے ہیں۔[13] جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ[14]"

ترجمہ:"اور جب (یوسف علیہ السلام نے) انہیں مہیا کر دیا ان کے لیے
ان (کی رسد و خوراک) کا سامان۔"

اب یہاں یہ معنی ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جہیز عطا کیا۔

حضرت خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ، فَقَدْ غَزَا[15]"

ترجمہ:"جس نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے غازی کو سامان فراہم کیا تو
بے شک وہ بھی غازی ہے اور جس نے غازی کے پیچھے اس کے گھر
والوں کی اچھی طرح خبر گیری کی وہ بھی غازی ہے۔ (یعنی اس کو بھی
غازی کے برابر ثواب ملے گا۔)"

یہاں اس حدیث مبارکہ میں بھی یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ جس نے غازی کو جہیز فراہم کیا وہ بھی غازی کی طرح ہے۔

غزوہ خیبر سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اس نکاح کا تذکرہ کتبِ حدیث اور کتبِ سیر میں موجود ہے۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے:

"حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ، جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ[16]"

ترجمہ:"پھر راستے میں ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے انہیں تیار کیا یعنی
دلہن بنایا اور رات کے وقت نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا۔"

اب یہاں اس روایت میں "جَهَّزَ" کا معنی "جہیز دینا" کسی طرح بھی نہیں لیا جاسکتا۔

مذکورہ بالا حدیث کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز عطا کیا، پر تبصرہ کرتے ہوئے عصرِ حاضر کے مشہور فقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی یوں رقم طراز ہیں:

اس پر مروجہ رسم جہیز کا اطلاق کرنا کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اول تو آپ ﷺ نے یہ (جہیز) اس زرہ سے بنوایا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم سے نکاح کے موقع پر فروخت کی تھی۔ دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کی حیثیت نہ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ کی تھی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی سرپرست اور پرورش کنندہ کی تھی اور آپ ﷺ نے ہی ان کی بھی پرورش فرمائی تھی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی مکان نہ تھا اور نہ مکان کے لیے مطلوبہ اسباب وسامان تھا۔ ان حالات میں زوجین کے سرپرست اور مربی ہونے کی حیثیت سے ایک نیا گھر بسانے کے لیے جو سامان مطلوب تھا اس کا آپ ﷺ نے نظم فرمادیا، یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز نہیں تھا بلکہ طرفین کے مربی اور سرپرست ہونے کی حیثیت سے ایک نئی خانہ آبادی کا انتظام تھا۔ ایسا سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بھی دوسری صاحبزادیاں تھیں جن کو آپ ﷺ کی طرف سے کچھ دینا ثابت نہیں۔ پس اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے آپ ﷺ کا جہیز دینا تسلیم کیا جائے تو یہ خلافِ عدل محسوس ہوتا ہے جو آپ ﷺ کی ذات والا صفات سے بعید ہے۔[17] عصرِ حاضر میں لڑکی کو بوقتِ نکاح جہیز دینا سنتِ نبوی نہیں بلکہ ہندو معاشرہ کی رسوم کو پروان چڑھانا ہے۔[18] مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ شادی کے موقع پر لڑکیوں کو جہیز دینا سنتِ نبوی نہیں ہے۔

(ب) گھریلو تشدد کا مسئلہ:

عصرِ حاضر میں گھریلو تشدد کا مسئلہ نہ صرف وطن عزیز کا مسئلہ ہے بلکہ معاصر دنیا میں کوئی بھی ملک اس سے محفوظ نہیں ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو دنیا کی ایک تہائی عورتیں گھریلو تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔

ہیومن رائٹس کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ۹۰ فیصد عورتیں اپنے گھروں میں جسمانی، جنسی اور نفسیاتی تشدد کا شکار بنتی ہیں۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۳ء میں صوبہ پنجاب میں گھریلو تشدد کے ۴۰۰ کیس ریکارڈ کیے گئے جن میں نصف بیویوں کے قتل کے تھے۔[19]

ہیومن رائٹس کمیشن (جنوبی ایشیا) کی سالانہ رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۷ء پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ کا بدترین سال رہا۔ گھریلو تشدد کے واقعات میں صوبہ پنجاب ۴۳۲۰ واقعات کے ساتھ سرِفہرست رہا جبکہ صوبہ سندھ میں ۱۵۰۵، صوبہ سرحد میں ۵۵۴/ اور صوبہ بلوچستان میں ۱۶۹ واقعات رپورٹ کیے گئے۔ گھریلو تشدد کے واقعات معاشرتی دباؤ کی وجہ سے زیادہ تر رپورٹ نہیں کیے جاتے ہیں۔ یہ تعداد ان واقعات کی ہے جو منظرِ عام پر آئے اور اصل تعداد ان واقعات سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے۔ گھریلو تشدد کے واقعات میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومت ایسے واقعات کی روک تھام میں تقریباً ناکام ہو چکی ہے۔ ان واقعات کے رونما ہونے کی وجوہ میں زیادہ تر جائیداد اور وراثت کے معاملات، گھریلو تنازعات، جبری شادی، غربت، غلط فہمی، خاوند کا احساس محرومی اور شک گردانے گئے ہیں۔ ۲۰۰۷ء میں گھریلو تشدد کے واقعات میں ۷۶۳ خواتین کو جلا کر مارا گیا۔ ۶۱۸ خواتین کو قتل کیا گیا۔ جن میں ۲۵۱ کا گلا گھونٹا گیا اور ۱۴۷ کو گلا کاٹ کر قتل کیا گیا۔ ان کے علاوہ ۲۴۷ خواتین کو مارا پیٹا گیا۔ ۲۱۴ پر تیزاب چھڑک کر زخمی کیا گیا۔ ۱۰۲ پر جنسی تشدد کیا گیا اور ۱۸۶ خواتین کے مختلف جسمانی اعضاء کو کاٹ دیا گیا۔[20]

شریعتِ اسلامیہ نے عائلی زندگی کو احسن طریقے سے چلانے اور زوجین کو لڑائی جھگڑے سے بچانے کے لیے جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(i) زوجین باہم رفیق ہیں نہ کہ حریف:

اسلام نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا حریف یا مدمقابل نہیں بنایا بلکہ انہیں ایک دوسرے کا رفیق اور ہمدرد بنایا ہے جو ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کو احسن طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ[21]“

ترجمہ: ”مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔“

اسلام نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے باعث سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً[22]"

ترجمہ: "اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس میں سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن کی طرف مائل ہو کر سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا گیا ہے۔[23] کہ جس طرح لباس انسانی جسم کا سب سے زیادہ ہم راز، تکلیف و آرام کا ساتھی اور محافظ ہے بالکل اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے راز داں، آپس کی باہمی کمزوریوں کی پردہ پوشی کرنے والے اور ہر حال میں ایک دوسرے کے ساتھی اور رفیق ہیں۔

ii)) حسنِ سلوک کی تاکید:

اسلام شوہروں کو بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کی تاکید فرماتا ہے:

"وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ فَاِنۡ كَرِهۡتُمُوۡهُنَّ فَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا ش-يۡ ـــــ ً ـ اوَّيَجۡعَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ خَيۡرًا كَثِيۡرًا[24]"

ترجمہ: "عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو، ممکن ہے ایک چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ نے تمہارے لیے خیر کثیر رکھ دی ہو۔"

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا[25]"

ترجمہ: "پس اگر تمہاری بیویاں اطاعت گزار ہوں تو پھر (انہیں تکلیف دینے کے) بہانے تلاش نہ کرو۔"

اسی طرح ہادی انس وجان ﷺ کا فرمان ہے:

"لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ"[26]

ترجمہ: "کوئی مومن مرد (شوہر) کسی مومن عورت (بیوی) سے نفرت نہ کرے، کیونکہ اگر اس کی کوئی عادت اُسے بُری لگے تو دوسری عادت اس کے نزدیک پسندیدہ بھی ہوگی۔"

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا ایک عمدہ طریقہ یہ بھی ہے کہ ان سے اچھے اخلاق سے پیش آیا جائے۔

حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایمان میں سب سے کامل مومن وہ ہے جو سب سے بہتر اخلاق والا ہو، اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہو۔"[27]

iii) شوہر کی اطاعت:

اسلام جہاں مردوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ عمدہ سلوک کے ساتھ پیش آئیں وہاں وہ عورتوں کو بھی اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی اطاعت کریں اور کسی بھی معروف معاملے میں ان کی حکم عدولی نہ کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ"[28]

ترجمہ: "پس نیک عورتیں مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی (مال و آبرو) کی حفاظت کرتی ہیں۔"

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی (م: ۶۰۶ھ) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "قٰنِتٰتٌ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ شوہروں کی موجودگی میں ان کی اطاعت شعار ہوتی ہیں اور "حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ شوہروں کی غیر حاضری میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔"[29]

حضرت عبد الرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ عورت جس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو جائے اور اگر وہ کسی کام کا حکم دے تو وہ اُسے بجالائے اور اپنی ذات کے بارے میں یا اس کے مال کے بارے میں جو اس کی تحویل میں ہے شوہر کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔"[30] اطاعت شعار بیوی کے بارے میں آتا ہے کہ بوقتِ وفات اگر اس کا خاوند اس سے راضی تھا تو وہ جنتی ہے۔[31]

iv)) تشدد سے اجتناب کے صریح احکام:

اسلام نے جہاں مردوں کو عورتوں سے حُسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے وہاں اس نے واضح طور پر شوہروں کو بیویوں پر تشدد کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "وَلَا تَضْرِبُوهُنَّ وَلَا تُقَبِّحُوهُنَّ"[32] "اور ان (عورتوں) کو نہ تو مارو اور نہ ہی ان کو بُرا بھلا کہو۔"

حضرت لقِیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری بیوی بدزبان ہے، آپ نے فرمایا: اسے طلاق دے دو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کافی عرصہ سے میرے ساتھ رہ رہی ہے اور اس سے میرے بچے بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے سمجھاؤ اگر اس میں ذرا بھی خیر ہو گی تو وہ تمہاری مرضی کے مطابق کام کرنے لگے گی، ہرگز اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارو جس طرح اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔"[33]

عہدِ رسالت میں ایک بار ایک ہی رات میں ستر مردوں نے اپنی بیویوں پر تشدد کیا۔[34] عورتوں نے اس تشدد کی آپ ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جن لوگوں نے اپنی بیویوں کو مارا پیٹا ہے وہ تم میں سے اچھے لوگ نہیں ہیں۔"[35] اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے اپنے عہد میں ایک مشہور صحابیہ کو ایک مشہور شیخ قریش سے شادی نہ کرنے کا مشورہ صرف اس لیے دیا تھا کہ وہ ہر وقت ڈنڈا اُٹھائے رکھتے تھے یعنی مارتے پیٹتے رہتے تھے۔ اس کے برعکس آپ ﷺ نے ان کو ایک ایسے شخص سے رشتہ استوار کرنے کا مشورہ دیا جو نرم جو اور لطیف مزاج تھے اور اپنے اہل کو خوش رکھتے تھے۔[36]

(ج) عورت کی ملازمت کا مسئلہ:

عصرِ حاضر کے مادی، صنعتی اور ترقی یافتہ جدید دور میں جن مسائل نے جنم لیا ہے ان میں ایک اہم مسئلہ خواتین کی ملازمت کا ہے۔ خواتین کی ملازمت نے عائلی زندگی میں مزید الجھنیں پیدا کر دی ہیں کیونکہ خواتین اپنی ملازمت کی وجہ سے اپنے گھر اور بچوں کو ٹھیک طرح سے وقت نہیں دے پا رہیں جس سے خاندانی نظام بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ہمیں اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ یہاں اس امر کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ اسلام مساوات کا قائل نہیں بلکہ عدل وانصاف کا داعی ہے اور عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ معاشرے میں رہنے والے کسی بھی فرد پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ قرآن کریم نے اسی اصول کی طرف اشارہ کیا ہے:

"لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[37]"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

عدل وانصاف کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس شخص کے اندر جس قسم کی صلاحیت پائی جائے اسے اسی صلاحیت کے مطابق ذمہ داری تفویض کی جائے۔ اس عمومی اصول کی روشنی میں مرد وزن میں پائی جانے والی صلاحیتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ خالق نے ان دونوں کی صلاحیتوں میں واضح فرق رکھا ہے۔ اسلام نے اسی قدرتی فرق کے باعث دونوں کے لیے الگ الگ دائرہ کار متعین کر دیئے ہیں۔ گھر کے اندر کے کام مثلاً امورِ خانہ داری، بچوں کی تعلیم وتربیت، گھر کا نظم ونسق اور شوہر کی دل داری و غم خواری عورت کے ذمہ ہے جب کہ گھر کے باہر کے کام کاج مثلاً کسبِ معاش کے لیے دوڑ دھوپ کرنا، سیاسی وعدالتی امور میں حصہ لینا، فوجی خدمات انجام دینا نیز دیگر معاملات دیکھنا مرد کے ذمہ ہیں۔ اسلام نے مرد وعورت دونوں کو ان کی فطری ساخت اور صلاحیتوں کے مطابق کام سونپے ہیں بعض دیگر کام جو ان کی فطرت سے میل نہیں کھاتے وہ نہ صرف ان کے لیے دشوار ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات تکلیف کا باعث بھی بنتے ہیں۔

i)) نان ونفقہ کی ادائیگی شوہر پر ہے:

اسلام نے نان ونفقہ کی ادائیگی کی تمام تر ذمہ داری شوہر پر عائد کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[38]

ترجمہ:"اور جس کا بچہ ہے اس پر ان (عورتوں) کا کھانا اور لباس دستور

کے مطابق

لازم ہے۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ

اللَّهُ"[39]

ترجمہ:"خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور جس پر

اس کا رزق

تنگ کر دیا گیا ہے تو وہ اس سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔"

اسی طرح ہادی انس و جان ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: پس عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان کی بنیاد پر لے رکھا ہے اور ان کی شرم گاہوں کو اللہ کے حکم سے ہی حلال کیا ہے اور ان کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق تمہارے اوپر لازم ہے۔"[40]

قرآن و حدیث کی انہی نصوص سے استدلال کرتے ہوئے فقہاء کرام نے کہا ہے کہ بیوی کا نان و نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے جب کہ بیٹیوں کا نان و نفقہ جب تک ان کی شادی نہ ہو جائے آباء پر واجب ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کے بقول: اسلام کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ عام حالات میں بیٹی اور عورت کو اس امر کا مکلف نہیں ٹھہراتا کہ وہ محنت مزدوری کر کے اپنے اخراجات خود پورا کرے بلکہ اس کا نان و نفقہ اس کے والد یا اس کے شوہر یا اس کے بھائی پر لازم ٹھہراتا ہے کہ وہ اس پر اخراجات کا انتظام کرے تاکہ وہ اپنی ازدواجی زندگی اور ماں ہونے کی ذمہ داری کے لیے فارغ رہ سکے۔[41]

سید قطب شہید لکھتے ہیں: گھر کو صحیح معنوں میں گھر بنانے اور اس میں مطلوبہ معاشرت کی فضا قائم کرنے، نیز اس میں نشوونما پانے والے ننھے بچوں کی نگہداشت کی خاطر اسلام نے نفقہ کی ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے۔ اس کا مقصد یہ

ہے کہ بچوں کی ماں کو جدوجہد سے بچا کر اتنا وقت اور اس قدر فارغ البالی مہیا کی جائے جس سے معصوم ننھی جانوں کی پرورش کی طرف پوری توجہ کر سکے۔ نیز افرادِ کنبہ کے مرکز کو نظم وضبط، شائستگی و آرائش اور بشاشت بخش سکے۔ روزی کمانے کی خاطر کام سے تھکی ماندی، کام کے تقاضوں سے بوجھل، اس کی پابندیوں میں مقید اور اپنی ساری طاقت کو اسی میں بانٹ دینے پر مجبور والدہ کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ گھر کو اس کی خاص فضا اور پاکیزگی دے سکے اور اس میں پرورش پانے والے بچوں کو ان کا حق اور نگرانی مہیا کر سکے۔ ملازم اور تنخواہ دار عورتوں کے گھر ہوٹلوں اور سراؤں کی فضا سے بہتر نقشہ پیش نہیں کرتے، وہ خوشبو جو ایک صحیح گھر میں پھیلی ہوتی ہے یہ گھر اس سے محروم ہوتے ہیں۔ گھر کی خاص خوشبو پھیل ہی نہیں سکتی جب تک اسے ایک بیوی نہ پھیلائے اور گھر کی شفقت اور رحمت صرف اسی صورت میں باقی رہ سکتی ہے کہ ایک ماں اس کا انتظام سنبھالے۔ جو عورت، بیوی اور ماں اپنا وقت جدوجہد اور روحانی طاقت کسبِ رزق میں لگا دیں وہ گھر کو مایوسی، تھکن اور اکتاہٹ کے سوا کچھ نہیں دے سکتیں۔[42]

ii)) عورت کو گھر میں ٹھہرنے کا حکم:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى[43]"

ترجمہ: "اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دورِ جاہلیت میں رواج تھا۔"

حافظ ابن کثیر "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقرن فی بیوتکن: أي الزمن بیوتکن فلا تخرجن لغیر حاجة[44]"

ترجمہ: "اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو یعنی اپنے گھروں کو لازم پکڑے رکھو پس بغیر کسی حاجت کے گھروں سے باہر نہ نکلو۔"

اس آیت کریمہ کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ گھروں میں ٹھہرنے کا یہ حکم ازواجِ مطہرات کے لیے ہے تاہم معناً اس میں تمام مسلمان عورتیں بھی داخل ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی مذکورہ بالا آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں: مذکورہ بالا آیت میں اگرچہ مخاطب نبی ﷺ کی ازواج ہیں لیکن یہ ہدایت ان کو مخاطب کرکے اس لیے

نہیں دی گئی کہ یہ انہی کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ اس لیے ان کو مخاطب کیا گیا ہے کہ وہ تمام اُمت کی عورتوں کے لیے نمونہ ہیں۔ اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ بعینہٖ یہی ہدایات جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا عام عورتوں کے لیے بھی قرآن مجید میں نازل ہوئی ہیں۔[45] اس آیت مبارکہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ عورت کا اصل دائرہ کار اس کا گھر ہے نہ کہ باہر۔

iii)) امورِ خانہ داری کی تقسیم:

تاریخ انسانی میں دنیا کا جو بہترین دور گزرا ہے وہ عہدِ رسالت مآب ﷺ ہے۔ اس مبارک عہد میں گھریلو امور کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لیے آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنے چچازاد بھائی اور داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین کاموں کی تقسیم فرمادی تھی۔ حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "قال قضی رسول اللہ ﷺ، علی ابنتہ السیدہ فاطمۃ بخدمۃ البیت، وقضی علی علي بما کان خارج البیت[46]"

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ گھر کے کام کاج، جبکہ علی باہر کے امور انجام دیں گے۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مختلف طبقاتِ زندگی سے تعلق رکھنے والے کو اپنے زیر اثر لوگوں کا نگران اور ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ[47]"

ترجمہ: "اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی عورت کو شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کا نگران اور ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور پھر اس نگرانی اور ذمہ داری کے بارے میں قیامت کے روز اس سے پوچھا جائے گا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کا اصل دائرہ کار اور اصل میدانِ عمل اس کا گھر ہے نہ کہ باہر کے امور۔ عورتوں کے اسی دائرہ کار اور گھر سے بلا ضرورت نکلنے میں متعدد خرابیوں کے پیشِ نظر اسلام نے ان سے وہ شرعی فرائض وواجبات بھی اُٹھا لیے ہیں جن کی ادائیگی کے لیے انہیں گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ مثلاً نماز باجماعت ادا کرنا، نماز جمعہ اور عیدین میں شمولیت کرنا وغیرہ۔

iv)) ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت:

اسلام نے خواتین کے گھر سے باہر نکلنے پر مطلقاً پابندی عائد نہیں کی وہ کسی شرعی ضرورت کے تحت گھر سے باہر جاسکتی ہیں۔ عہدِ رسالت میں بعض خواتین اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹانے کے لیے گھر کے باہر کے کاموں میں معاونت کرتی تھیں مثلاً حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت زبیر بن عوام اسدی رضی اللہ عنہ جن کی مالی حالت اچھی نہیں تھی کے گھر کے امور کے علاوہ باہر سے جانوروں کے لیے چارہ بھی لاتی تھیں۔[48] اسی طرح صحابیہ رسول حضرت اُم مبشر رضی اللہ عنہا اپنے کھجوروں کے باغ میں کام کرتی تھیں۔[49] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی باندی سلع نامی پہاڑ پر بکریاں چرایا کرتی تھی۔[50]

اسی طرح حضرت قیلہ انصاریہ تاجر تھیں۔ حضرت حولا بنت تویت عطر فروش اور حضرت شفا بنت عبد اللہ فن کتابت میں مہارت تامہ رکھتی تھیں۔ حضرت زینب زوجہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دستکار تھیں۔[51] حضرت اُم سنان جراح وطبیب جبکہ حضرت آمنہ بن عفان مشاطگی کا کام کرتی تھیں۔ غرض اسلام ضرورت کے تحت خواتین کو گھر سے باہر نکلنے اور کسبِ معاش کی اجازت دیتا ہے لیکن ساتھ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ عورت کا اصل دائرہ کار اس کا گھر ہے۔ عصرِ حاضر میں اگر کوئی عورت کسی ضرورت یا سماج کی خدمت کے جذبے سے ملازمت کرنا چاہتی ہے تو اسے اجازت ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے شوہر اور بچوں کو بھی وقت دے۔ اس بارے میں ڈاکٹر ہناء بنت حسن لکھتی ہیں: ”عورت کی طبعی جگہ اس کا گھر ہے جہاں اس کا شوہر اور اس کے بچے ہوں اگر وہ سماج کی خدمت کرنا چاہتی ہے تو سماج کی خدمت کرے لیکن جب وہ دیکھے کہ اس کا کام یا ملازمت اسے فیملی سے دور کر رہی ہے یا کر دے گی تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ملازمت سے ہاتھ کھینچ لے اس لیے کہ فیملی کے ساتھ رہنا اس کے لیے ملازمت سے زیادہ بہتر ہے۔“[52]

ڈاکٹر انیس احمد اس بارے میں یوں رقم طراز ہیں: ”اگر ایک خاتون اپنی بنیادی ذمہ داری یعنی تربیت و تعلیم اولاد کے ساتھ اتنا وقت نکال سکتی ہے کہ وہ کوئی رفاعی یا فنی کام کر سکے تو دین میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن بنیادی ذمہ داری کو نظر انداز کر کے محض اپنے Profession کو اہمیت دینا یا حقوقِ نسواں کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر اپنے گھر کو تباہ کر دینا انسانی حقوق کی پامالی ہے۔“[53]

(د) طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحان کا مسئلہ:

لفظ طلاق جو ایک دو دہائی قبل ایک ناقابل قبول لفظ تصور کیا جاتا تھا اب روزمرہ کا معمول بنتا جارہا ہے۔ اس لفظ کے تلخ وار سے نہ جانے کتنے افراد گھائل ہو رہے ہیں اور کتنے خاندان اس کی شدت کے باعث بکھر رہے ہیں۔

پاکستان میں عائلی زندگی سنگین مسائل سے دوچار ہے۔ ستمبر ۲۰۰۷ء میں فیملی عدالتوں میں ۱۲۱۳ دعوے دائر کیے گئے۔ ۷۹۵ تنسیخِ نکاح کے ہیں۔ عدالتوں نے گزشتہ ماہ طلاق کے ۶۱۴ فیصلوں سمیت کل ۱۰۸۷ فیصلے سنائے۔ بعض کیسوں میں خواتین نے گھر میں اپنا کمرہ تبدیل کرنے پر، چند سو روپے ماہوار خرچہ نہ بڑھانے پر بھی عدالت کے ذریعے طلاق حاصل کی۔ شازیہ رشید ایڈووکیٹ نے بتایا کہ طلاق کی شرح پہلے ۳۰ سے ۴۰ فیصد تھی۔ اب یہ شرح ۵۰ سے ۶۰ فیصد ہو چکی ہے۔ فیملی کورٹس پر کیے گئے ایک سروے کے مطابق ہر چوتھا جوڑا شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ سینئر سول جج لاہور کی عدالت سے حاصل کردہ اعداد و شمار کے مطابق جنوری ۲۰۰۸ء سے لے کر اپریل ۲۰۰۸ء تک صرف چار ماہ میں ۳۵۲۳ فیملی کیسز دائر ہوئے۔ روزانہ ۸۰ سے ۸۵ فیملی کیس دائر ہو رہے ہیں۔ اسی طرح فیصل آباد کی عدالت سے حاصل کردہ اعداد و شمار کے مطابق اسی دورانیہ میں ۱۴۶۶ فیملی کیسز دائر ہوئے۔[54] اب تو ہماری عدالتوں کا یہ حال ہے جج صاحبان سر پکڑ کر بیٹھے ہیں کہ خلع اور طلاق کے علاوہ اور کوئی کیس ہی نہیں آرہا۔ رضی الدین سید لکھتے ہیں: ”ہمارے ملک میں طلاق کی شرح بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ بڑے ارمانوں اور تلاش کے بعد لاکھوں روپے خرچ کر کے کی جانے والی شادیاں آج کل چھ سے بارہ مہینے کے اندر علیحدگی پر انجام پذیر ہونے لگی ہیں۔[55] ایڈوکیٹ ہائی کورٹ واحد حسین قادری کے بقول: ”پہلے فیملی کورٹس میں گنتی کے لوگ اپنے مسائل لے کر آتے تھے مگر جب سے حکومت نے روشن خیالی جیسے نقطے کو اٹھایا ہے اور حقوقِ نسواں کا بل پاس کیا ہے اس کے بعد سے یہ تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی ہے جو کہ معاشرہ کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔“

اسی طرح مفتیانِ کرام کے پاس آنے والے مسائل کا تقریباً ۸۰ فی صد طلاق اور خلع کے مسائل پر مبنی ہوتا ہے۔[56]

اسلام نے نکاح سے قبل جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

i)) منگیتر کو دیکھنے کی اجازت:

اسلام کی نگاہ میں نکاح ایک پاکیزہ، ٹھوس اور پائیدار رشتہ ہے۔ اس لیے اسلام ابتداء ہی میں ان تمام دروازوں کو بند کر دینا چاہتا ہے جو بعد میں باہمی نفرت، حسد، عداوت اور ایک دوسرے سے دوری اور علیحدگی کا سبب بن سکتے ہوں اس لیے اسلام منگیتر کو دیکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

" إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ [57]"

ترجمہ: "جب تم میں سے کوئی کسی عورت کے یہاں نکاح کا پیغام بھیجے تو جو چیز اس کے نکاح کی داعی بنی ہے اس کو دیکھ سکے تو دیکھ لے۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو شادی کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اُسے دیکھ بھی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھ لو اس سے تم دونوں میں الفت زیادہ ہو گی۔ [58]

ii)) کفو کا خیال رکھا جائے:

اسلام انسانی مساوات کا علمبر دار ہے۔ اسلام کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے لیکن چونکہ بعض اوقات خاندانی، علمی، معاشی اور پیشہ ورانہ برتری یا کمتری بھی زوجین کے مابین کھچاؤ، حسد، باہمی نفرت اور علیحدگی کا باعث بن جاتی ہے اس لیے دینِ اسلام نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ نکاح کرنے سے قبل ان باتوں کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جائے تاکہ یہ چیزیں بعد میں پریشانی کا سبب نہ بنیں۔

iii)) دین داری کو ترجیح دی جائے:

میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کے اخلاق و کردار سے متاثر ہوتا ہے اس لیے زوجین کے انتخاب میں دین داری اور تقویٰ کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: اگر تمہاری طرف کوئی ایسا آدمی پیغامِ نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، اگر ایسا نہیں کرو گے (اور صاحبِ مال اور صاحبِ جاہ لڑکوں کی تلاش میں اپنی لڑکیوں کو بٹھائے رکھو گے) تو زمین میں فتنہ اور بہت فساد پھیل جائے گا۔ [59]

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: عورت سے چار وجوہ کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب و نسب کی وجہ سے، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں دین دار عورت کے ساتھ نکاح کر کے کامیابی حاصل کر۔[60]

سید محمد بن علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اچھی ازدواجی زندگی بسر کرنے کے لیے اچھی دین دار بیوی کا انتخاب انتہائی ضروری ہے۔ عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے اس میں موجود خصوصیات اور وجوہات بہت زیادہ ہیں جن کی وجہ سے نکاح کرنے میں رغبت ہوا کرتی ہے۔ اس میں مال، جمال، حسب و نسب، اخلاق و دین داری قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان جملہ خصوصیات و خصائل میں صرف دین و اخلاق ہی باقی رہتا ہے اس لیے گردشِ دوراں اور مرورِ زمانہ سے جمال و مال میں تبدیلیاں ہو جاتی ہیں لیکن حسب و نسب کی اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں جب تک اس کے ساتھ اخلاق اور دین کا حسین امتزاج نہ ہو پس اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو تم پر لازمی ہے کہ تم دین دار اور
اخلاق و کردار والی عورت سے شادی کرو۔“[61]

نکاح کے بعد عائلی زندگی کے استحکام کے لیے اسلام نے جو تدابیر اختیار کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

i)) حسنِ سلوک کی ترغیب:

اسلام عورتوں سے حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا
شَ-يْـــ ً ـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا“[62]

ترجمہ: ”اور اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے زندگی بسر کرو پھر اگر تم انہیں ناپسند کرو تو (صبر کرو) شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں (تمہارے لیے) خیر کثیر رکھ دی ہو۔“

اسلام مردوں کو آہستہ روی کی تلقین کرتا ہے اور ناپسندیدگی کی حالت میں بھی صبر سے گزارہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور ان کے سامنے یہ نامعلوم کھڑکی کھولتا ہے کہ شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں (تمہارے لیے) خیر کثیر رکھ دی ہو۔[63] اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

"لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ[64]"

ترجمہ: "کوئی مومن (شوہر) کسی مومنہ عورت (بیوی) سے بغض نہ رکھے اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسندہ ہے تو اس کی دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔"

اسلام ایک مرد مومن کو اس بات کا درس دیتا ہے کہ محض ناپسندیدگی کی وجہ سے طلاق نہ دو بلکہ عورت کے اندر جو دوسری خوبیاں ہیں ان پر بھی نظر رکھو۔ ایسا کرنے سے اس کی بعض ناپسندیدہ باتیں تمہارے لیے قابل برداشت ہو جائیں گی۔ بیوی کے ساتھ نباہ کرنے کا یہ کتنا بہترین نسخہ اور طریقہ ہے کیونکہ کوئی کتنا بھی بُرا ہو کچھ خوبیاں اس کے اندر بھی ضرور ہوتی ہیں اگر انسان ان خوبیوں پر نظر رکھے تو کوتاہیوں اور خامیوں کو نظر انداز کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یوں معاملہ زیادہ خراب نہیں ہوتا کاش! مرد اس ہدایتِ نبوی کو اپنے سامنے رکھیں۔[65] نبی کریم ﷺ نے عورت کی بداخلاقی اور بدزبانی کے باوجود بھی نباہ کی تاکید فرمائی۔[66] اسی طرح جب ایک شخص نے (جو اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے اپنی بیوی سے محبت نہیں تو حضرت عمر نے جواب میں فرمایا: گھر کی تعمیر صرف محبت پر ہی نہیں ہوتی۔[67]

ii)) وعظ و نصیحت اور ثالثی کا کردار:

میاں بیوی کے درمیان جب معاملہ بڑھ جائے یہاں تک کہ نفرت و بیگانگی کی حد تک پہنچ جائے تو اسلام اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ خاندان کے بڑے اس مسئلے کو دیکھیں اور میاں بیوی میں موافقت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا[68]"

ترجمہ: ”پس ایک پنچ مرد کے خاندان سے اور ایک پنچ عورت کے

خاندان سے مقرر کر دو۔“

سید قطب شہید لکھتے ہیں: ”اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ اختلاف بین الزوجین کی صورت میں دو حکم متعین کر دیئے جائیں۔ ایک بیوی کے اہل خانہ کا ہو جسے وہ پسند کرے اور ایک شوہر کے اہل خانہ کا ہو جسے وہ چاہے اور یہ دونوں جذبات سے، نفسیاتی صورت حال سے قطع نظر کر کے جس کی بناپر زن وشوہر کے تعلقات خراب ہوئے ہیں مسئلہ کو سلجھائیں اور ان کے باہمی اتفاق کی کوئی راہ نکالیں۔ ان کی فلاح اور بچوں کی شفقت کو مدِ نظر رکھیں، مطلقاً غیر جانبداری کے ساتھ خاندان کو تباہی اور بربادی سے بچائیں۔“[69] اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا

بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا‌ ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ“[70]

ترجمہ: ”اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے زیادتی یا رُوگردانی کی وجہ سے

ڈرتی ہو تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ دونوں آپس میں صلح کر لیں

اور صلح ہی (دونوں کے لیے) بہتر ہے۔“

اسلام طلاق دینے سے قبل یہ تمام تر مراحل صرف اسی لیے اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے کہ طلاق تک پہنچنے والا اختلاف طلاق کے بغیر ہی حل ہو جائے۔

iii) طلاق ثلاثہ کے بجائے ایک طلاق دی جائے:

اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت نہ ہو سکے تو صرف ایک ہی طلاق دی جائے۔ سید قطب شہید لکھتے ہیں:

ایک طلاق

کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ عین ممکن ہے کہ یہ تفریق زوجین کے دل میں ازدواجی زندگی کو از سر نو دوبارہ شروع کرنے کی جدید رغبت پیدا کر دے، کیوں کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی چیز مفقود ہو جائے تو اس کو ہم تلاش کرتے ہیں اور جب اس سے محروم ہو جائیں تو پھر اس کی اچھائیوں کو یاد کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی موقع ضائع نہیں ہوا۔ ”اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ‌ ۖ فَاِمۡسَاكٌ ۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ ۢ بِاِحۡسَانٍ“ ”طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو نیکی کے ساتھ روک لینا ہے یا

احسان کے ساتھ رخصت کرنا۔" جب زوجین کی ملاقات ہو چکی ہو تو پہلی طلاق کے بعد عدت کا وقفہ ہوتا ہے جو حمل نہ ہونے کی صورت میں تقریباً تین ماہ جب کہ حمل کی صورت میں پیدائش تک ہوتا ہے۔ مرد کا فرض ہے کہ اس وقفے میں عورت کو نفقہ دے اور نفقہ میں کنجوسی نہ کرے، اس وقفہ میں اگر وہ نادم ہو چکا ہو تو رجوع بھی کر سکتا ہے، رجوع کے بعد وہ دونوں جدید نکاح کے بغیر ہی از سر نو زندگی شروع کر سکتے ہیں۔ یہ طلاق رجعی ہے اگر عدت کا زمانہ رجوع کے بغیر گزار دیا جائے تو یہ طلاق بائن ہو گی لیکن اس میں ابھی ابھی موقع موجود ہے کیونکہ زوجین اگر چاہیں تو جدید نکاح کے ذریعے سے از سر نو ازدواجی زندگی شروع کر سکتے ہیں۔[71]

محمد بن علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے پہلی طلاق کو طلاقِ رجعی قرار دیا ہے۔ یہ محض اس لیے کہ فراق اور جدائی سے مرد کو سزا دی جا سکے وہ زندگی کے نقصان اور گھاٹے کا اندازہ لگائے خصوصاً ازدواجی زندگی کا کہ اس کے بچے طلاق کی صورت میں ضائع و رائیگاں ہو جائیں گے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے دوسری طلاق کو بھی طلاق رجعی بنا دیا تاکہ غافل بیوی کے دل میں احساس پیدا ہو اور وہ غفلت سے بیدار ہو اس کے رشتہ داروں کو آگاہی و تنبیہ ہو جائے کہ وہ اس عورت کو سمجھائیں۔[72]

ایک طلاق دینے کی صورت میں زوجین کے درمیان مصالحت کا دروازہ کھلا رہتا ہے جب کہ تین طلاقیں اس دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیتی ہیں۔ بیک وقت تین طلاقیں دینے کے نقصان پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد بن علوی مالکی لکھتے ہیں: اکثر بعض جہلاء قسم کے لوگ تو اس قدر نڈر ہوتے ہیں کہ وہ ارتکابِ بدعت سے بھی نہیں ڈرتے اور عصمت و عزت کے یک لخت گرنے کی بھی فکر نہیں کرتے، ان کو اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ کتنے دلوں کے آبگینے توڑ رہے ہیں۔ ان کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس طرح ان کے بسے بسائے گھروں کے دروازے مقفل ہو جائیں گے اور مشکلات و مصائب کے طوفان آ جائیں گے پس ایسے جہلاء کو اللہ کا خوف کرنا چاہیے۔[73]

iv)) طلاق کی کمی میں عورتوں کا کردار:

عورتیں بھی طلاق کے واقعات کو کم کرنے میں بڑا اہم اور مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ مختلف طریقوں سے شوہر کو اپنی طرف راغب اور مائل رکھیں اور کوئی ایسی بات پیش نہ آنے دیں جو باہمی نفرت اور آپسی اختلافات کا سبب بن سکتی ہو۔ علاوہ ازیں وہ پوری طرح شوہر کی مزاج شناس ہوں کہ شوہر کو کس طرح خوش

رکھتا ہے اور کس عمل سے وہ خوش ہوتا ہے اور کن باتوں سے ناخوش ہوتا ہے پھر اگر وہ ناراض ہو جائے تو اس کی کیا مرغوب چیز ہے جس کا سہارا لے کر اس کو خوش کیا جا سکتا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں کہ عورتوں کو ان چار باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

۱۔ مرد جب تھک کر اپنے کام سے واپس آئے عورت اس وقت پوری خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے اور فوراً اپنی کوئی ایسی ضرورت پیش نہ کرے جو مرد کے لیے پریشانی کا باعث ہو۔ حدیث میں نیک بیوی کی خصلت یہ بتائی گئی ہے کہ شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ شوہر کو خوش کر دے، عورت اس حدیث کا مصداق اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس پر عمل کرے۔

۲۔ مرد کے لیے اپنے آپ کو سجا سنوار کر رکھے اور پوری طرح زیبائش و آرائش کرے، شریعت دوسروں کے لیے زیبائش و آرائش کی اجازت نہیں دیتی جب کہ شوہر کے لیے اس کو پسند کرتی ہے اس کی وجہ سے شوہر عفیف و پاک دامن رہتا ہے، بدنگاہی سے بچتا ہے اور دوسری عورتوں کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی۔

۳۔ بیوی اس بات کا خیال رکھے کہ ایسے مردوں سے انتہائی بے توجہی برتے جو شوہر کو ناپسند ہوں، اس معاملہ میں مرد کی طبیعت فطری طور پر بہت حساس واقع ہوئی ہے۔

۴۔ بیوی شوہر سے اپنی ضروریات کے مطالبہ میں ایسا رویہ اختیار نہ کرے جس سے خود غرضی کا اظہار ہوتا ہو یا ایسا محسوس ہوتا ہو کہ گویا وہ شوہر کی حریف ہے مثلاً شوہر کے پاس کپڑے ہوں یا نہ ہوں، اپنے لیے کپڑوں کا مطالبہ یا اگر شوہر کے کپڑے ہوں تو اس کا مقابلہ کرے بلکہ زیادہ سے زیادہ قناعت اور کفایت شعاری کی راہ اختیاری کرے اور اپنے مقابلہ میں شوہر اور دوسرے اہلِ خانہ کی ضرورت کو مقدم رکھے، اس طرح جب وہ شوہر کے دل میں اپنا گھر بنا لے تو خود بخود مرد اس سے زیادہ کرے گا جو وہ چاہتی ہے۔[74]

مذکورہ بالا مباحث اس بات کے مظہر ہیں کہ یہ مسائل بنیادی طور پر ضد، ہٹ دھرمی، انا، رسم و رواج کی پابندی، مذہب کی غلط تعبیر کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ اگر تعلیماتِ نبوی کی روح کو پیش

نظر رکھا جائے تو اجتناب عن الاسراف، باہمی محبت ومودت، ایثار، برداشت، صبر اور عفوودرگزر کی صورت میں ان مسائل کا حل موجود ہے۔

حوالہ جات

---

[1]روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 2اگست، 2000ء

Roznama nwaye waqt, Lahore, 2 August, 2000

[2]مولانا نسیم احمد قاسمی، طلاق کے تباہ کن اثرات، اسباب ونقصانات اور بچاؤ کے طریقے، (ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س ن)، 24۔

Molana Naseem Ahmed qasmi, Talaq ke tabah kun asraat, asbaab wa nuqsanaat aur bachao ke tareeqay, (Idaara-tul-Quran wa-al-Aloom alislamiah), p. 24.

[3]لویس معلوف، المنجد،)للمطبعہ الکاثولیکیہ، بیروت، ط19)، ص106

Lois Maloof, Al-Munjid, (lil-matbaa al-kasolikia, Beirut, Edition 19), p. 106.

[4]برہان الدین ابوالحسن علی بن ابو بکر، الهداية شرح بداية المبتدی، تحقیق الشیخ طلال یوسف،)داراحیاء التراث العربی، لبنان، بیروت)، 2/285

Burhan Aldeen abu-al-hsan Ali bin abu baker, Alhadia sharah bidaia tul Mubtadi, tehqeeq al shaikh Talal Yousuf,) Dar Ahya Al Turas alarbi, Lubnan, Beirut), Vol. 2, p. 285.

[5]سورۃ الطلاق: 6

[6]محمد ابوزہرہ، الاحوال الشخصية،)دارالفکر العربی، 1977ء(، ص238

Muhammad abu Zuhra, Al-Ahwal al-Syakhsiyyah,(Dar ul Fikar Al Arabi, 1977), p. 238.

[7]سید سابق، فقه السنة، (شرکۃ دارالقبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ، جدہ، سعودی عرب، س ن)، 2/302

Syed Sabiq, fiq-ul-sunnah, (Shirka dar-ul qibla al-Islamia, Jeddah, Saudia Arabia), Vol. 2, p. 302.

[8]ابن حزم اندلسی، المحلی، (المکتبۃ التجاری، بیروت، س ن)، 9/507

Ibn Al Hazam Andlusi, Al-Muhalla, (Al-Maktaba tul Tijara, Beirut), Vol. 9, p. 507.

[9]عبدالرحمٰن الجزیری، الفقه على مذاهب الاربعة، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1969ء)، 4/176

Abdul Rahman aljziri, Al-Fiq Ala mazahab al-arbaa, (Dar Ahya-al-Turas Al-arabi, Beriut, 1969), Vol. 4, p. 176.

[10] عبد الرزاق، مصنف عبدالرزاق، (مجلس علمی، کراچی، 1972ء) 6/182

Abdul Al Razzaq, Musannif Abdul Al Razzaq, (Majlis Ilmi, Karachi, 1972), Vol. 6, p. 182.

[11] محمد بن محمد غزالی، احیاء العلوم الدین، تحقیق دکتور محمد وہبی سلیمان واسامۃ عمورۃ، (دار الفکر، دمشق، ط1، 2006ء)، ج2، ص893

Muhammad bin Muhammad Ghazali, Ahya al-uloom Al-deen, tehqeeq Duktur Muhammad Wahbi Suleman wa Usama Amura, (Dar-ul-fikar, Damishq, Edition 1, 2006), Vol. 2, p. 893.

[12] احمد بن شعیب نسائی، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب جھاز الرجل ابنتہ، حدیث نمبر:3384، (ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، س ن)، ص:357

Ahmad bin Shoaib Nisai, Sunan Al-Nisa'i, Hadith No: 3384 (Riyadh: Baitul Afkar Ad-Dauliyah), p. 357.

[13] ابن منظور افریقی، لسان العرب، (دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط1، 1988ء)، ج2، ص400

Ibn Manzoor afriqi, Lisan-al-arab, (Dar Ahya-al-Turas Al-arabi, Beriut, Edition 1, 1988), Vol. 2, p. 400.

[14] سورۃ یوسف:59

[15] احمد بن شعیب نسائی، سنن النسائی، حدیث نمبر:3180، ص:337

Ahmad bin Shoaib Nisai, Sunan Al-Nisa'i, Hadith No: 3180, p. 337.

[16] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلوۃ، باب مایذکر فی الفخذ، حدیث نمبر:371، (ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، 1998ء)، ص:94

Muhammad bin Ismael Bukhari, Al-Jame' al-Sahih: Hadith No: 371, (Riyadh: Baitul Afkar Ad Dauliyah, 1998),p. 94.

[17] مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، حلال و حرام، (کراچی: زم زم پبلشرز، 2013ء) 270۔

Maulana Khalid Saif ullah Rahmani, Halal wa Haram, (Karachi, Zam Zam Publishers, 2013), P. 270.

[18] گلریز محمود، دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ، (لاہور: مکتبہ جدید پبلی کیشنز، 2013ء) 123۔

Gulraiz Mahmood, dor-e-nabuwat main shadi biyah ke rasam wa rivaj aur Pakistani muashra, (Lahore: maktaba jadeed Publications, 2013), p. 123.

[19] ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، اکیسوی صدی کے سماجی مسائل اور اسلام، (لاہور: مکتبہ قاسم العلوم، س ن)، 161۔

Doctor Muhammad Razi-Al-Islam nadwi, Ikiswi sadi ke samaji masail aur islam, (Lahore: Maktaba Qasim al-aloom), p.161.

[20] جنگ سنڈے میگزین، 13 جنوری 2008ء

Jung sunday magazine, 13 January 2008

[21] سورۃ التوبہ: 71

[22] سورۃ الروم: 21

[23] سورۃ البقرۃ: 187

[24] سورۃ النساء: 19

[25] سورۃ النساء: 34

[26] مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث نمبر: 3643، (کراتشی، پاکستان، مکتبۃ البشریٰ، طبع اول، 2009ء)، 4/466

Muslim bin Hajjaj Qusheri, Al-Jame Al-Sahi, Hadith No: 3643, (Karatshi, Bakistan, Maktaba tul Bushra, Edition 1, 2009), Vol. 4, p. 466.

[27] محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا، حدیث نمبر: 1162، (ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، س ن)، ص: 206

Muḥammad bin Īsā tirmazi, Jami' al-Tirmazi, Hadith No: 1162, (Riyadh: Baitul Afkar Ad Dauliyah), p. 206.

[28] سورۃ النساء: 34

[29] محمد بن عمر رازی، التفسیر الکبیر، (دار احیاء التراث العربی للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، 2001ء)، ج 4، ص 71

Muhammad bin Umar Razi, Al-Tafseer Al-Kabir, (Dar Ahya-al-Turas Al-arabi, Beriut, Lubnan, 2001), Vol. 4, p. 71.

[30] احمد بن شعیب نسائی، سنن النسائی، حدیث نمبر: 3231، ص: 342

Ahmad bin Shoaib Nisai, Sunan Al-Nisa'i, Hadith No: 3231, p. 342.

[31] محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی، حدیث نمبر: 1161، ص: 206

Muḥammad bin Īsā tirmazi, Jami' Al-Tirmazi, Hadith No: 1161, p. 206.

32 ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، حدیث نمبر:2144،(ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، س ن)، ص:244

Abu Dawood Sulaymān bin al-Ash'ath, Sunan Abi Dāwūd, Hadith No: 2144, (Riyadh: Baitul Afkar Ad Dauliyah), p. 244.

33 ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:142، ص:39

Abu Dawood Sulaymān bin al-Ash'ath, Sunan Abi Dāwūd, Hadith No: 142, p. 39.

34 محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ضرب النساء، حدیث نمبر:1985،(ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، س ن)، ص: 215

Muhammad bin Yazid Ibn-e-Maja, Sunan Ibn-e-Maja, Hadith No: 1985, (Riyadh: Baitul Afkar Ad-Dauliyah), p. 215.

35 ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:2146، ص:244

Abu Dawood Sulaymān bin al-Ash'ath, Sunan Abi Dāwūd, Hadith No: 2146, p. 244.

36 محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں اختلافات، جہات، نوعیتیں اور حل،(لاہور: دارالنوادر، 2014ء)، 111-112۔

Muhammad Yaseen Mazhar Siddiqui, Ehad nabwi main ikhtilafat, jihat, Noia'atain aur Hal, (Lahore: Dar al-nawadar, 2014), p.111-112.

37 سورۃ البقرۃ:286

38 سورۃ البقرۃ:233

39 سورۃ الطلاق:7

40 مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر:2948، ج4، ص:103

Muslim bin Hajjaj Qusheri, Al-Jame Al-Sahi, Hadith No: 2948, Vol. 4, p. 103.

41 مفتی انور علی اعظمی، خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات،(انڈیا: سیمینار اسلامک فقہ اکیڈمی، س ن)172۔

Mufti Anwar Ali Aazmi, khawateen ki Mulazmat aur Islami Taleemat, (India: Seminar Islamic fiq Academy), p. 172.

42 سید قطب شہید، السلام العالمی و الاسلام(اردو ترجمہ بنام امن عالم اور اسلام)، مترجم: منظور احمد،(نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 2013ء)، 81-82۔

Sayed Qutub Shaheed, Al-Salam Al-Aalmi Wal-Islam (Urdu tarjuma banam aman aalam aur Islam), Mutrajim :Manzoor Ahmed, (Nai Dehli: Markazi Maktaba Islami publishers, 2013), p. 81-82.

[43]سورۃ الاحزاب: 33

[44]ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (جمعیت احیاء التراث الاسلامی، کویت، 2000ء)، ج3، ص 631

Abu Al-Fda Ismaeel bin kaseer, Tafseer-Al-Quran Al-Azeem, (Jamiat Ahya Al-Turas Al-Islami, Kowait, 2000), Vol. 3, p. 631.

[45]مولانا امین احسن اصلاحی، اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1998ء)، 113۔

Maulana Amin Ahsen Islahi, Islami muashra main aurat ka muqam, (Lahore: Faran foundation, 1998), p. 113.

[46]محمد بن یوسف الصالحی، سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العبادﷺ، (دار الکتاب العلمیۃ، لبنان، 2013ء) ج11، ص 14

Muhammad bin Yousaf Al-Salhi, Subul-ul-Huda-Wal-Rishad Fi Seerah Khair-ul-Ibad, (Dar-ul-kutub al-ilmia, Lubnan, 2013), Vol. 11, p. 14.

[47]محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 7138، ص: 1362

Muhammad bin Ismael Bukhari, Al-Jame' al-Sahih: Hadith No: 7138, p. 1362.

[48]محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 5224، ص: 1034

Muhammad bin Ismael Bukhari, Al-Jame' al-Sahih: Hadith No: 5224, p. 1034.

[49]مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 3966، ج5، ص: 71

Muslim bin Hajjaj Qusheri, Al-Jame Al-Sahi, Hadith No: 3966, Vol. 5, p. 71.

[50]محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 5505، ص: 1087

Muhammad bin Ismael Bukhari, Al-Jame' al-Sahih: Hadith No: 5505, p. [51] 1087.

محمد یٰسین مظہر صدیقی، نبی اکرم ﷺ اور خواتین ایک سماجی مطالعہ (لاہور: نشریات، 2008ء)، 142-143۔

Muhammad Yaseen Mazhar Siddiqui, Nabi Akram aur Khawateen aik Samaji Mutala, (Lahore: Nashriyat, 2008), p.142-143.

[52]ڈاکٹر اسماعیل کاظم العیساوی، خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات، (نئی دہلی، انڈیا: ایفا پبلی کیشنز، 2010ء) 248۔

Dr. Ismaeel Kazim al-esavi, Khawateen ki Mulazmat aur Islami Taleemat, (Nai Dehli, India: Efa publications, 2010), p. 248.

53 ڈاکٹر انیس احمد، چند عصری مسائل، (لاہور: منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، 2010ء)32۔

Doctor. Anees Ahmad, Chand Asri Masail, (Lahore:Manshoorat, Mansoora, Multan road, 2010), p. 32.

54 ڈاکٹر حافظہ شاہدہ پروین، عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات، (لاہور: شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، س ن)327۔

Doctor. Hafiza Shahida Parveen, Asri aayli Masail aur Islami Taleemat, (Lahore: Shoba Uloom-e-Islamia, Punjab University), p. 327.

55 رضی الدین سید، ازدواجی الجھنیں اور ان کا حل، (لاہور: اذان سحر پبلی کیشنز، 2005ء)20۔

Razi al-deen Sayed, Azdawaji Uljhanein aur un ka hal, (Lahore: Azaan Sehar Publications, 2005), p. 20.

56 محمد یوسف طیبی، مسنون شادی، (لاہور: دار الاندلس، س ن)57۔

Muhammad Yousaf Tayyabi, Masnoon Shadi, (Lahore: Dar-Al-Andlas), p. 57.

57 ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 2082، ص: 237

Abu Dawood Sulaymān bin al-Ash'ath, Sunan Abi Dāwūd, Hadith No: 2082, p. 237.

58 احمد بن شعیب نسائی، سنن النسائی، حدیث نمبر: 3235، ص: 342

Ahmad bin Shoaib Nisai, Sunan Al-Nisa'i, Hadith No: 3235, p. 342.

59 محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی، حدیث نمبر: 1084، ص: 192

Muḥammad bin Īsā tirmazi, Jami' al-Tirmazi, Hadith No: 1084, p. 192.

60 محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 5090، ص: 1009

Muhammad bin Ismael Bukhari, Al-Jame' al-Sahih: Hadith No: 5090, p. 1009.

61 محمد بن علوی مالکی، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1986ء)، 118-119۔

Muhammad bin Alvi Malki, Islam ka Muasharti Nizam, (Lahore: Zia-ul-Quran, Publications, 1986, p. 118-119.

62 سورۃ النساء: 19

63 سورۃ النساء: 19

[64]مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر: 3643، ج4، ص: 466

Muslim bin Hajjaj Qusheri, Al-Jame Al-Sahi, Hadith No: 3643, Vol. 4, p. 466.

[65]حافظ صلاح الدین یوسف، ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا حل، (لاہور: دار السلام، 2007ء)، 21۔

Hafiz Salah Al-deen Yousaf, Aik majlis main teen talaqeen aur is ka hal, (Lahore: Dar-ul-salam, 2007), p. 21.

[66]ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 142، ص: 39

Abu Dawood Sulaymān bin al-Ash'ath, Sunan Abi Dāwūd, Hadith No: 142, p. 39.

[67]محمود مھدی استنبولی، تحفة العروس، مترجم: ابو یاسر اجمل، (لاہور: دار الاندلس، 2005ء)249۔

Mahmood Mahdi Istanbooli, Tuhfa-tul-aroos, Mutarjim: Abo Yasir Ajmal, (Lahore: Dar-al-andlas, 2005), p. 249.

[68]سورۃ النساء: 35

[69]سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، (لاہور: اسلامی اکادمی، س ن)، 2/272

Sayed Qutub Shaheed, Tafseer fi Zilal-ul-Qur'an, (Lahore: Islami Acadmi),Vol. 2, p. 272.

[70]سورۃ النساء: 128

[71]سید قطب شہید، السلام العالمی و الاسلام (اُردو ترجمہ بنام امن عالم اور اسلام)، ص: 96-97۔

Sayed Qutub Shaheed, Al-Salam Al-Aalmi Wal-Islam (Urdu tarjuma banam aman aalam aur Islam), p. 96-97.

[72]محمد بن علوی مالکی، اسلام کا معاشرتی نظام، ص: 176

Muhammad bin Alvi Malki, Islam ka Muasharti Nizam, p. 176.

[73]ایضاً، ص: 178

[74]خالد سیف اللہ رحمانی، اسلام اور جدید فکری مسائل، (حیدر آباد: ھدیٰ بک سنٹر بیوٹرس، 2011ء)، 181-182۔

Khalid Saif Ullah rahmani, Islam aur jadeed fikri masail, (Hyderabad: Huda Book Center Beutaras, 2011), p. 181-182.